قربِ خداوندی:

انبیاء کرام علیہم السلام ہوں یا اولیائے عظام رضی اللہ عنہم، ان سب کی طاقتوں کا دارومدار قربِ خداوندی پر ہے، پھر یہ قرب اور علم وعرفانِ خداوندی لازم وملزوم ہیں، یعنی جسے اللہ کا جتنا قرب میسر ہے، اتنا ہی اسے علم وعرفان حاصل ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں جسے اللہ کا جتنا علم وعرفان حاصل ہے۔ اسے اتنا ہی قرب میسر ہے، اب اس آیت پر غور فرمایئے جو اولیاء اللہ کی منقبت میں ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O (یونس.....۶۲)

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم (کنزالایمان)

بلاشبہ اس آیت میں اولیاء اللہ کی سیرت کا ہر پہلو مل سکتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ان کی عظمت کا پہلو تو بالکل ظاہر ہے۔ یعنی انھیں کوئی خوف

نہیں، آخر کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ کے ولی یعنی مقرب ہیں۔

دنیا و آخرت کی سب سے بڑی طاقت اللہ کا قرب (وولایت) ہے، جو جتنے قرب پر فائز ہے، اتنی ہی بڑی طاقت کا مالک ہے۔ اللہ والوں کے مقابلے میں دنیا والے بالکل ہیچ ہیں کیونکہ اللہ کے مقابلے میں دنیا کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں۔

منکرین کی بدبختی:

پھر جس طرح اللہ والوں کے مقابلے میں دنیا والوں کی طاقت ہیچ ہے یونہی اللہ والوں کے سامنے دنیا والوں کا علم بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ محبوبان خدا کے منکر پر اللہ کی مار ہے۔ اللہ ان کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے (بخاری شریف) اور آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہابیوں کے مشہور عالم دین مولانا عبدالجبار غزنوی کے مطابق اللہ جس کے خلاف اعلان جنگ کرے، اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے، ایمان سلب ہو گیا تو ان کی سب صلاحیتیں بیکار ہو گئیں، سو یہ بہرے ہوتے ہیں اسلئے حق کی آواز کا ادراک نہیں کر سکتے، یہ گونگے ہوتے ہیں حق ان کی زبان پر آنہیں سکتا، یہ اندھے ہوتے ہیں کہ نور حق کی تجلیاں دیکھ نہیں سکتے۔ اور جب سمعی بصری طاقتیں بے کار ہو گئیں تو ان کا دین حق کی طرف پلٹنا ممکن نہ رہا، ہاں ہاں یہ ہے مفہوم قرآن

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○ (البقرہ ۱۸)

ترجمہ: بہرے، گونگے، اندھے تو پھر وہ (حق کی طرف) آنے والے نہیں

(کنزالایمان)

ان کی اندھی اور اوندھی موت کا تماشا دیکھئے جس نبی مکرم ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں، اسی کے خلاف سب سے زیادہ محاذ آرائی کرتے ہیں، بات کوئی ہو اور

کہیں سے شروع کریں، ان کی تان شان نبی ﷺ کے انکار پر ہی ٹوٹتی ہے، آپ نے کسی عاشق رسول ﷺ کو دیکھا ہوگا، وہ بہانے بہانے ادھر اُدھر کی بات کر کے پھر شان رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آتا ہے اور اس کی گفتگو کا محور حضور پر نور ﷺ کا ذکر خیر ہی ہوتا ہے، اس کے برعکس حضور ﷺ کا گستاخ و بے ادب، بات کوئی کر رہا ہو، آخر کار اس کی تان گستاخیٔ رسول پر ہی ٹوٹتی ہے۔ اس کی تازہ مثال الدعوۃ (اگست ۲۰۰۱) میں شائع ہونے والی ایک تحریر ہے، ''مراقبوں والا نیا روحانی نظام'' جسے کسی قاضی کاشف نیاز نے لکھا ہے۔ چند سطروں سے بات واضح ہوجاتی ہے کہ کراچی کے کسی شمس الدین عظیمی کی کتاب 'مراقبہ' اور روحانی ڈائجسٹ پر تبصرہ مقصود ہے۔ عنوان ساتھ ہی نیچے لکھا ہے۔

'مسلمانوں میں ہندوازم اور بدھ ازم پھیلانے کی سازش'

یہ ان کا انداز ہے کہ وہ معمولات جو اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور محدثین فخام میں مروج رہے ہیں، یہ عقل و ایمان کے اندھے انھیں شرک و بدعت سے ہی تعبیر کرتے ہیں، مثلاً یہی مراقبہ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہم الرضوان جیسے بزرگ نہایت ہی مفید گردانتے رہے ہیں، یہ بیچارہ انہی کو اپنی گندی فطرت کے مطابق ہندومت اور بدھ مت پھیلانے کی سازش قرار دے رہا ہے۔ گذشتہ قسط میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ مراقبہ والوں نے کفر کے کن کن ستونوں کو گرا دیا مگر حافظ سعید اینڈ کمپنی کو اصرار ہے کہ یہ سب کفر و شرک پھیلاتے رہے ہیں اگر چہ خود بھی حسب ضرورت قبروں پر جا کر مراقبہ کر لیتے ہیں (دیکھئے کرامات اہلحدیث از مولوی عبدالمجید سوہدروی)۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا ، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بدبختی کی انتہا دیکھئے بات چلی تھی مراقبوں سے اور تان ٹوٹی انکار علم حبیب ﷺ پر توبہ توبہ کتنا بغض ہے اسے محبوب کبریا ﷺ سے، اللہ اسے غارت کرے، اسی قسم کے بدبخت گروہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا تھا۔

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سربسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

چنانچہ اس کی ہرزہ سرائی ملاحظہ ہو

اگر مراقبہ سے غیب کی باتیں معلوم کی جاسکتیں تو جب نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر واقعہ افک میں الزام لگا تو آپ ﷺ مراقبہ کرکے اس واقعہ کی فوراً حقیقت بتا دیتے، لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا (الدعوۃ ص ۲۰)

یہ ہے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ان کے ایمان کا حال کہ حضور پر نور ﷺ کو اپنی زوجہ محترمہ تک کی بریت کا علم نہیں، ادھر برصغیر کے اولین وہابی مولوی محمد اسماعیل کو دیکھئے اپنے مریدوں کو کائنات کے ذرے ذرے کا علم حاصل کرنے کا طریقہ کس طرح دکھا رہے ہیں۔

''برائے کشف ارواح و ملائکہ ومقامات آنہاد امکنہ وآسمان و جنت و نار واطلاع برلوح محفوظ شغل دورہ کند وطریقش در فصل اول مفصلاً مذکور شد پس استعانت ہماں مشغل بہر مقامیکہ از زمین وآسمان بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آں

مقام نماید و احوال آنجا دریافت کند و با اہل آں

مقام ملاقات سازد"

دیکھئے اور شرمایئے کہ شغل دورہ کرنے والا کوئی ہو، اسے ارواح، ملائکہ ان کے مقامات، زمین و آسمان، لوح محفوظ، جنت و دوزخ جہاں کی سیر کرنا چاہے کرسکتا ہے مگر نبی الانبیاء علیہم السلام کو نہ نبوت کے نور کے ساتھ، نہ مراقبے اور نہ شغل دورہ سے یہ علم و سیر حاصل ہو سکے۔ استغفر واللہ۔

علم غیب کے منکر:

رہ گیا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعۂ افک، تو پہلے دور سے لے کر آج تک کے سارے منافقین نے اسے رٹ لیا ہے۔ اور بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی سے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہاں اس کے تفصیلی جواب کی گنجائش نہیں، مختصر یہ کہ حضور ﷺ کو یقیناً اس کا علم تھا چنانچہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے وحی اترنے سے پہلے ہی فرما دیا تھا۔

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِىْ اِلَّا خَيْراً

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ انمار جلد: ۲ ص ۵۹۵)

ترجمہ: اللہ کی قسم میں نے اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانا

صرف حضور پاک ﷺ ہی نے نہیں، اکابر صحابہ نے اپنے اپنے رنگ میں استدلال کیا اور سب نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی بریت کو حتمی و یقینی سمجھا۔ پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا ہر ہر ورق پکار پکار کر ان کی

عصمت کی گواہی دے رہا تھا، اسی لئے قرآن پاک نے منافقوں کی مذمت کے ساتھ ساتھ ان سادہ دل مسلمانوں کی بھی سرزنش کی جنھیں اتنی واضح حقیقت کے بارے میں شبہات پیدا ہوئے، چنانچہ قرآن پاک نے فرمایا

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِیْنٌ (النور.....۱۲)

ترجمہ: کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے (کنزالایمان)

گویا ایمان وایقان کا ہی نہیں عقل و دانش کا بھی یہی تقاضا تھا کہ جس طرح بعض اکابر صحابہ نے کھل کر حضرت سیدہ کی بریت کی بات کی تھی، باقی مسلمان بھی کرتے، انصاف سے سوچئے جس بصیرت کی عام صحابہ سے توقع کی جارہی ہے اور جس کا ثبوت خواص نے پیش کیا، وہابیوں کے نزدیک اتنی بصیرت خود رسول خدا ﷺ کو بھی معاذ اللہ حاصل نہیں تھی۔ رہ گیا حضو پرنور ﷺ کا رنجیدہ خاطر ہونا تو الزام درست ہو یا نادرست، صاحب کردار ضرور پریشان ہوجاتا ہے۔ وہ لوگ جنھیں شرم وحیا سے واسطہ نہ ہو، ان باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے، ورنہ باشعور و باغیرت لوگ یہ جان کر بھی کہ ان کی عزت کے خلاف جھوٹی تہمت گھڑی گئی ہے، ضرور پریشان ہوجاتے ہیں اور حبیب خدا ﷺ کا کافروں اور مشرکوں کی غلط باتوں سے پریشان ہونا تو قرآن پاک سے بھی ثابت ہے۔ مثلاً

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یُضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ o (الحجر: ۹۷)

ترجمہ: بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی (بیہودہ) باتوں سے تنگدل ہو جاتے ہیں۔

برادران اسلام، ذرا غور کیجئے 'الدعوۃ' پارٹی کا طرز فکر و طرز عمل کہ ان بدبختوں کو حضور پرنور ﷺ کی قسم پر بھی یقین نہیں یعنی اس اصدق الصادقین ﷺ کی قسم پر یقین نہیں جنھیں ابولہب اور ابوجہل بھی الصادق اور الامین کہتے ہیں۔

اس مضمون میں قاضی غیر عادل نے ستر قاریوں کے شہید ہونے پر بھی حضور پرنور ﷺ کے علم کی نفی کی ہے۔ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا کہ کفار ان قاریوں کو شہید کر دیں گے تو انھیں نہ بھیجتے، یہ ہے نجدی ذہنیت۔ یہ بھی دیکھئے کہ اس ذہنیت نے یہ طرز استدلال کہاں سے سیکھا ہے۔ چنانچہ سنئے، برصغیر میں قیام پاکستان سے پہلے ایک ہندو مناظر تھا دیانند۔ اس نے اپنے مذہب کی حمایت اور دوسرے مذاہب کی تردید میں کتاب لکھی جس کا نام ستیارتھ پرکاش تھا، اس میں وہ مسلمانوں کے اس عقیدے پر کہ اللہ عالم الغیب ہے، تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر اللہ عالم الغیب ہوتا تو نبیوں کو اس نے ایسی قوموں کی طرف کیوں بھیجا جنھوں نے انھیں شہید کر دیا۔ دیکھا آپ نے تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہ ہو گئے) کا جلوہ۔ ان بدبختوں کو کون سمجھائے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ایک ایک کام میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں جنھیں سمجھنے والے بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، رہ گئے دیانندی اور نجدی، یہ تو بیچارے پہلے دن ہی سے ناسمجھ ہیں۔ چنانچہ ان صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم نے جس جس انداز میں شوق شہادت کا مظاہرہ کیا، بعد میں آنے والوں کیلئے از حد ہمت افروز اور ولولہ خیز ہے۔ (دیکھئے تفصیل کیلئے الکلمۃ العلیا) پھر ان سب کے علاوہ حضور پرنور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روانگی سے پہلے اشارتاً فرما بھی دیا تھا (جیسا کہ صحاح کی بعض روایات میں ہے) اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْهِمْ اَهْلَ نَجْدٍ (بیشک میں ان کے بارے میں اہل نجد سے ڈرتا ہوں) یہ قاتل اور ساتھ لے جانے والے نجدی ہی تو تھے، اب بھی نجد اسلام اور مسلمانوں کیلئے خطرے کا باعث ہے (چنانچہ سعودی عرب نے اسلام کے بدترین دشمن کو سر پر چڑھالیا ہے اور اس کے اشارۂ ابرو پر ناچتا ہے) گویا نجدیوں کے بارے میں زبان رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ کتنا عمیق و وسیع ہے۔ 'الدعوۃ' کے کارکنوں کو غور کرنا چاہئے کہ انھیں حضور ﷺ کے علم غیب سے انکار ہے اور ادھر حضور ﷺ ایک مختصر سے جملے میں نجدیت کی ساری تاریخ سمیٹ رہے ہیں۔

یہاں زیادہ وضاحت کی گنجائش نہیں، مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ قرآن پاک کی بعض آیتوں میں یہ مضمون ملتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں اور بعض آیتوں میں یہ وضاحت ہے کہ اللہ نے اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن پاک میں تضاد نہیں تو بظاہر یہ اختلاف کیوں۔ حقیقت یہ ہے کہ علمِ غیب کے انکار والی اکثر آیات کا رخ کاہنوں اور نجومیوں کی طرف ہے کہ وہ علم غیب نہیں جانتے لہذا جادوگروں، کاہنوں اور نجومیوں کے غیب جاننے کے دعوے غلط ہیں، غیب تو وہ جانے جسے اللہ اس کا علم بخشے۔ اور جنھیں وہ علم غیب بخشتا ہے، وہ کون ہیں، اس کے رسول نبی اور دوسرے مقرب بندے، چنانچہ یہی مفہوم ہے دوسری آیات

کا۔ نیز کہیں حضور ﷺ سے علم غیب کے دعویٰ کی نفی کرائی گئی تو اس میں تواضع کی تربیت بھی مقصود ہے اور اس حقیقت کا اظہار بھی کہ اللہ کے سوا ذاتی طور پر کوئی غیب نہیں جانتا، اور یہی عقیدہ ہے اہل سنت کا، اللہ علیم کا کہ ہر کمال غیر محدود اور ذاتی، باقی سب کا کمال اس کے آگے محدود اور وہ بھی عطائی۔

منصب نبوت:

حقیقت یہ ہے کہ نبی کا علم غیب اس کی نبوت کی ہی دلیل نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے علم غیب، بلکہ اس کے موجود ہونے کی دلیل بھی ہوتا ہے نبی بظاہر لکھا پڑھا نہ ہونے کے باوجود جب کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے تو عقل اس کی توجیہ اس کے سوا کیا کرسکتی ہے کہ فی الواقعہ اس (نبی) کا تعلق کسی ایسی ذات سے ہے جو ہمہ دان ہے اور جب نبی اپنے معجزات، تصرفات کا جلوہ دکھاتا ہے تو خلوص کے ساتھ سوچنے والے کو کوئی شک نہیں رہتا کہ یقیناً اس (نبی) کو یہ طاقت و قدرت بخشنے والا قادر مطلق ہے۔ چنانچہ لفظ نبی نبا سے مشتق ہے یا نبو۔ سے نبا (یعنی خبر) سے مشتق ہو تو نبی سے مراد وہ شخص ''جو اللہ سے خبریں لے اور دنیا کو خبریں سنائے''۔ نبو (یعنی بلندی) سے مشتق ہو تو مراد ہے ''ہر غیر نبی سے بلند شان والا''، دنیا کے انس و جن اور آسمان کے فرشتے وہ عظمت وقدرت نہیں رکھتے جو اللہ کے نبی کو حاصل ہوتی ہے، چنانچہ متکلمین نے آج تک 'نبوت' کا جو مفہوم جس طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے، اس کا انداز ملاحظہ ہو، زرقانی شریف میں حضرت علامہ غزالی قدس سرہٗ سے منقول ہے۔ (اردو ترجمہ) یف میں

''نبوت ایک ایسا وصف ہے جو صرف نبی میں ہوتا

ہے، دوسرے میں نہیں ۔ اور اسی ضمن میں وہ مخصوص قسم کے
خواص سے مختص ہوتا ہے''

۱...... جو امور اللہ جل جلالہ اور اس کی صفات نیز ملائکہ اور آخرت کے ساتھ متعلق ہیں، نبی ان کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں اس سے کچھ نسبت نہیں۔

۲...... ان کی ذات میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے جس سے معجزات وغیرہ واقع ہوتے ہیں جس طرح ہمیں حرکات ارادیہ کا اختیار ہے۔

۳...... نبی میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے جس سے وہ ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جس طرح انکھیارا اندھے سے ممتاز ہوتا ہے۔

۴...... نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہوتا ہے جس کے باعث وہ غیب کی آئندہ باتوں کا ادراک کر لیتا ہے۔

اس تاریخی حقیقت کو کون نہیں جانتا کہ جلال الدین اکبر کے زمانے میں ابوالفضل اور فیضی نے جب فلسفے کے زور پر مقام نبوت سے بغاوت کی تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے متکلمین کے انداز میں نبوت کی حقیقت کو سمجھانے کی کوشش کی (اس وقت آپ کی عمر مبارک صرف اکیس بائیس سال تھی) اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ نبوت عقل سے بلند ایک مقام ہے جہاں ایسی آنکھ کھل

جاتی ہے جو غیب دیکھے۔

امام غزالی اور اسی طرح امام ربانی علیہما الرضوان نے نبوت کی تعریف اور نبی کی پہچان کے بارے میں جو فرمایا، آپ بڑی آسانی سے انبیائے کرام علیہم السلام کے کمالات وتصرفات کی روشنی میں اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ قرآن پاک کا مطالعہ کریں اور انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات دیکھتے جائیں۔ ہمارے دور میں جن لوگوں نے اپنی نام نہاد توحید کی آبرو بچانے کیلئے نبیوں کے علم غیب کا انکار کیا ہے، انھوں نے بھی اپنی کتابوں میں حضور ﷺ کی پیشگوئیاں درج کی ہیں بلکہ بعض نے اسی عنوان سے پوری پوری کتاب لکھ دی ہے۔ یہ پیشگوئی کیا ہے، مستقبل کے بارے میں پیشگی خبر، اور لکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو حضور ﷺ نے فرمادیا، ہو کے رہے گا۔ تو فرمایئے یہ غیب ہی تو ہے گویا علم غیب نہ مانتے ہوئے بھی اسے مان رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں عزیز القدر محمد کاشف کو ایک اپنے علم کا مدعی اور نبی علیہ السلام کے علم کا منکر حضور ﷺ کی ایک پیشگوئی سنانے لگا تو انھوں نے پوچھا کہ علم غیب اور پیشگوئی میں کیا فرق ہے؟ وہ بیچارہ مبہوت ہو کے رہ گیا۔

ختم نبوت اور مرزا:

'الحقیقہ' کا موجودہ شمارہ 'ختم نبوت نمبر' ہے۔ خیال یہ تھا کہ ختم نبوت میں نقب لگانے کی ناکام کوشش کرنے والے مرزا قادیانی کے کذاب ودجال ہونے کا ذکر کیا جاتا مگر 'الدعوۃ' کے قاضی کی ہرزہ سرائی آڑے آگئی اور بات لمبی ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اپنے پاک بندوں کو قسما قسم کمالات عطا فرماتا ہے اور یہ ان کے قرب خداوندی بلکہ توحید خداوندی کے دلائل ہوتے ہیں، اس کے برعکس وہ

اپنے دشمنوں کو ذلیل کرنے کیلئے انھیں قدم قدم پر جھوٹا ثابت کرتا ہے ۔ مرزا قادیانی کا بھی یہی حال تھا، وہ اپنے دور کا سب سے بڑا ملعون، مکار اور کاذب تھا اس لئے اس کا جس سچے بلکہ جھوٹے سے بھی مقابلہ ہوا، چت گرا اور خوب ذلیل ہوا۔ مسلمان تو مسلمان ہیں، اس نے اگر کسی ہندو عیسائی، یہودی وغیرہ سے بھی مقابلہ کیا اور کوئی پیشگوئی کی تو خدا نے اس کی پیشگوئی کو پورا نہیں ہونے دیا، کیونکہ اس کے مقابلے میں آنے والا غیر مسلم بھی زیادہ سے زیادہ کاذب اور داجل تھا تو مرزا قادیانی کذاب اور دجال تھا جیسا کہ حضور پرنور ﷺ نے اپنے بعد دعویٰ نبوت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے کذاب ودجال ہونے کا ایک اہم ثبوت اس کی یہی جھوٹی پیشگوئیاں ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمایئے۔

۱......مرزا قادیانی کی بیوی حاملہ تھی، اس نے ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء کو ایک اشتہار شائع کیا (جو تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۵۸ میں درج ہے) کہ عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا جو نہایت اعلیٰ صلاحیتوں والا ہوگا، بقول اس کے اس خوبصورت لڑکے کو قادر مطلق کی قدرتوں کا نشان ٹھہرایا گیا۔ پھر ۱۸ اپریل ۱۸۸٦ء کو لڑکا اسی حمل سے ہوگا یا قریبی یعنی دوسرے حمل سے۔ مگر پہلے حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور یہ آنے والا جو مرزا کے نزدیک مصلح موعود تھا، آتے آتے ۱۸۹۹ء میں آیا مگر وہ نو سال بھی پورے نہ کرسکا اور مر گیا۔

۲......ایک رشتہ دار نوجوان خاتون محمدی بیگم کے ہاتھوں دل بیقرار ہوا تو اشتہار شائع کردیا کہ اس کا نکاح مرزا کے ساتھ ہوگا بلکہ آسمانوں پر ہو چکا ہے۔ پھر راستے میں رکاوٹ ڈالنے والوں پر عذاب آئے گا مگر اس کے دشمنوں کو پیش گوئی کے

مطابق موت آئی اور نہ محمدی بیگم کا نکاح مرزا کے ساتھ ہوا۔ بلکہ مرزا کے مرنے کے کئی سال بعد بھی محمدی بیگم اور اس کا شوہر زندہ رہے۔

۳......جنوری ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی بیوی حاملہ تھی۔ مرزا نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن کے ص ۱۳۹ پر اس حمل سے پانچویں لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی کی مگر حمل سے ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء کو لڑکی پیدا ہوئی جو چند ماہ کی عمر پا کر فوت ہوگئی۔

۴...... مئی ۱۹۰۴ میں مرزا کی بیوی حاملہ تھی، پیشگوئی داغی گئی کہ شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا (البشرج ۲ ص ۹۶) مگر ۲۴ جون ۱۹۰۶ء کو، پھر لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امتہ الحفیظ رکھا گیا۔

۵......مرزا کا دست راست مولوی عبدالکریم بیمار تھا، اس کی صحت کے متعلق زور شور سے پیشگوئیاں کی گئیں، مگر ایک بھی پوری نہ ہوئی۔

۶ ..... ایک مرید تھا منظور محمد۔ اس کی بیوی حاملہ تھی۔ فروری ۱۹۰۶ء میں، پھر جون ۱۹۰۶ء کو پیشگوئی کی کہ لڑکا پیدا ہوگا، اور اسے خدا کا نشان ٹھہرایا، اس کے دو نام بھی الہام کے ساتھ رکھ دیئے بشر الدولہ اور عالم کباب۔ مگر وقت آنے پر لڑکی پیدا ہوئی۔

۷......مرزا نے اپنے لڑکے مبارک احمد نامی کے بارے میں پیشگوئی کی تھی کہ "وہ عمر پانے والا لڑکا ہے مگر وہ بھی قریباً ۹ سال کی عمر میں مر گیا، اس کو مصلح موعود بھی کہا تھا اور ایک پیشگوئی میں یہ بکا تھا

كَانَ اللّٰهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

ترجمہ: گویا کہ اللہ ہی آسمان سے اتر آیا ہے۔

ایک پیش گوئی کے مطابق 'غلام حلیم' وغیرہ بھی کہا گیا۔

۸......یہی مبارک احمد ایک دفعہ بیمار پڑ گیا۔ مرزا نے صحت کی پیشگوئی کی مگر غلط نکلی۔

۹......اپنی عمر کے بارے میں کئی بار پیشگوئیاں کرتا رہا جو سب کی سب جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوئیں۔

۱۰......مولوی محمد حسین بٹالوی (غیر مقلد) کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ عنقریب مرزائی ہو جائیں گے، مگر ایسا نہ ہو سکا۔

۱۱......اپریل اور مئی ۱۹۰۵ء میں پے در پے کئی اشتہارات شائع کیے جن میں شدید زلزلے کی پیشگوئی بار بار کی گئی۔ خود بھی اہل و عیال سمیت مکان چھوڑ کر باغ میں جا ڈیرا لگایا مگر زلزلہ پھر بھی نہ آیا۔

ہم نے نہایت اختصار سے اس کی غلط پیشگوئیوں کا ہلکا سا نمونہ پیش کیا ہے۔ ورنہ اس بحر کی تہہ کہاں۔ اسے جھوٹ بولنے کی ایسی عادت تھی کہ خود سراپا کذب بن گیا تھا۔

اس کے مقابلے میں ہر مکتب فکر کے لوگ آئے۔ اسلام کا دفاع کرنے والوں میں جید علماء موجود تھے۔ وہ مشائخ و صوفیاء جن کا نام اس معاملے میں از حد روشن ہے، ان میں فخر چشت اہل بہشت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ بہت نمایاں ہیں۔ حافظ سعید غور کرے اس وحدت الوجودی صوفی کی قیادت پر اہل سنت ہی نے نہیں، دیوبندی اور غیر مقلد علماء نے بھی اعتماد کیا اور عبدالجبار غزنوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے لوگوں نے اعلیٰ حضرت گولڑوی کو اپنا قائد تسلیم کیا۔ پیر صاحب نے صوفیہ کی خوب نمائندگی کی اور نبوت کے جھوٹے مدعی کے مقابلے میں اپنی علمی برتری کا لوہا ہی نہیں منوایا بلکہ تصرفات کے جلوے

سے بھی اسے مبہوت و مقہور اور اپنوں کو مطمئن کیا، اس سلسلے میں ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس سے اہل تصوف کی برکات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۸۹۸ء میں مرزا قادیانی منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں ایک جم غفیر کی موجودگی میں مینار پاکستان والی جگہ پر سٹیج لگائی گئی تھی اور وہ بار بار اعلان کر رہا تھا کہ کوئی اس سٹیج پر آ کر مقابلہ کرے اور حق واضح کرے۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی لاہور ہی میں تھے۔ سنا تو تشریف لے گئے، سٹیج پر چڑھ کر فرمایا کہ اسے مسیح موعود (نبی) ہونے کا دعویٰ ہے جبکہ اللہ نے اپنے فضل خاص سے جناب رسول مقبول ﷺ کے اس غلام ابن غلام ابن غلام کو اپنی ولایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ نبی کا درجہ ہر حال میں ولی سے بالاتر ہوتا ہے یہ میرے سوالات کو پورا کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے ورنہ میں اس کی تردید کی غرض سے بفضل خدا ان سوالات کا جواب دوں گا۔

۱......مرزا قادیانی حکم دے کہ دریائے راوی اپنا موجودہ رخ تبدیل کر کے فی الفور اس پنڈال کے ساتھ بہنا شروع کر دے یا میں ایسا کر دکھاتا ہوں۔

۲......ایک نہایت پاکباز کنواری لڑکی کو پنڈال کے نزدیک چوطرفہ پردہ میں رکھ کر دعا کی جائے کہ (بغیر مرد کے اختلاط کے) اللہ کریم اسے یہیں ایک لڑکا دے جو اس کی نبوت یا میری ولایت کی تصدیق کرے۔

۳......اپنے لعاب دہن سے باہر کڑوے پانی کے کنوئیں کو میٹھا کر دے یا پھر میں کر دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ سبحان اللہ۔

مرزا کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا، اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

حقیقت یہی ہے کہ قادیانیت ہو یا کوئی اور فتنہ، صوفیاء کرام کا سیرت و کردار اور علم و

عرفان اسے دبانے میں مرکزی کردار ادا کرتا رہا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام پر جب بھی کوئی نازک وقت آیا اور ظاہری اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا، تو صوفیائے کرام ہی نے اکثر و بیشتر ان طوفانوں کا منہ موڑا جو (معاذ اللہ) اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے اٹھتے رہے ہیں، چنانچہ مشہور مستشرق۔ ایچ، آر۔ گب نے آکسفورڈ یونیورسٹی کی مجلس کے سامنے ایک تقریر کے دوران کہا

''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، مگر بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اپنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی'' (مقالات ضیاء الامت...... ج ۱)